ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

اختر علی

پی۔ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اردو، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

ڈاکٹر انور علی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

غزلیاتِ میر کا وجودیاتی مطالعہ

AKhtar Ali
Ph.D Scholar,Department of Urdu, Islamia College University, Peshawar.
Dr. Anwar Ali*
Assistant Professor, Department of Urdu, Islamia College University, Peshawar.

***Corresponding Author:** anwar@icp.edu.pk

An Ontological Study of Meer's Ghazals

Ontology is the fundamental branch of metaphysics that deals with the nature of being and existence. Just as philosophy is a quest for truth and metaphysics seeks to understand realities beyond human intellect, ontology focuses on the first reality, absolute existence, or, in other words, God. Due to its foundational significance, it is often referred to as the "first philosophy." The human mind has long been occupied with questions such as: What is God like? Where is He? What does He do? How does He govern the universe? These inquiries form the basis of ontological thought in metaphysics. Since such questions intrigue even the common man, they naturally become a subject of deep reflection for poets. Many classical Urdu ghazal poets have expressed these concerns in poetic form, but among them, Mir Taqi Mir holds a unique place. His ghazals frequently explore the themes of existence, divine reality, and the nature of the self in relation to the cosmos. Mir's poetry presents a philosophical depth

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

that aligns with ontological inquiry. His verses not only reflect an intense personal search for meaning but also engage with the larger metaphysical concerns of existence and the divine. If one examines his poetic corpus in its entirety, it becomes evident that his ghazals can be viewed as a poetic expression of ontological thought. This article aims to present an ontological study of Mir's ghazals, analyzing how his poetry embodies the philosophical discourse on being and existence.

Key Words: *Ontology, Metaphysics, First Reality, Absolute Existence, First Philosophy.*

وجودیات فلسفے کی اہم شاخ ہے جس میں ذاتِ مطلق کے وجود سے متعلق بحث کی جاتی ہے۔ یہ ذات مطلق کے وجود کی ماہیت دریافت کرنے کا علم ہے۔ وجودیات یہ دیکھتی ہے کہ ذات مطلق کا وجود مادے سے متعلق ہے یا نہیں۔ اگر مادی ہے تو اس میں اور مادے میں کیا فرق ہے؟ اگر مادی نہیں ہے تو پھر اس کا وجود کیوں کر ممکن ہے۔ وہ واحد ہے، ثنوی ہے یا کثرتیت کا حامل۔ وجودیات یہ بھی دیکھتی ہے کہ اگر ذات مطلق کا وجود ہے تو کس نوعیت کا ہے؟ کیا اس کا وجود شخصیت سے عبارت ہے؟ کیا اس کی تجسیم ممکن ہے؟ اس کی شخصیت تصوراتی ہے یا حقیقت پر مبنی ہے؟ وجودیات ذات مطلق سے متعلق یہ اور اس طرح کے دیگر سوالات اٹھا کر اس کے وجود کا تعین کرتی ہے۔ وجودیاتی مطالعہ خدا اور کائنات کے رشتے کے حوالے سے قدم و حدوث، وجوب و امکان، تقدم و تاخر اور علت و معلول جیسے مسائل کو زیر بحث لاتی ہے۔ آس والڈ کلپے نے اسے امور عامہ کے نام سے موسوم کیا ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے مرزا ہادی صاحب کہتا ہے:

> "امور عامہ مابعد الطبیعیات کا وہ شعبہ ہے جس میں معانیٔ عام سے بحث کی جائے: مثلاً وجود و عدم، وجوب و امکان، حدوث و قدم، علت و معلول، تقدم و تاخر وغیرہ سے۔ اس کو انگریزی میں آنٹالوجی (علم الوجود) کہتے ہیں۔"(۱)

اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں وجودیات سے متعلق لکھا ہے کہ یہ مابعد الطبیعیات کی وہ شاخ ہے جو وجود کی ماہیت سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں ہستی اور وجود کی ماہیت و خاصیت کا تجریدی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ وجودیات ہستیٔ مطلق کی وحدت و کثرت سے متعلق غور کر کے سوالات اٹھاتی اور ان کے جواب تلاش کرتی ہے۔(۲)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

پروفیسر سی۔اے۔ قادر وجودیات کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس نظریے کو ارسطو نے فروغ دیا۔ اسے فلسفۂ اول کے نام سے بھی جانا جاتا ہے جس میں وجود کے ساتھ بحث ہوتی ہے اور بحث کے دوران جزئیات کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو وجودیات مابعد الطبیعیات ہی ہے۔(۳)

غزلیات میر محض عشقیہ جذبات اور باطنی غم والم کا مرقع نہیں بلکہ یہ خارجی مسائل کے تجزیے سے بھی مملو ہیں۔ میر نے بعض خارجی مسائل کا ایسی عمیق نظر اور گہرے غور و فکر کے ساتھ تجزیہ کیا ہے کہ یہ مسائل عام نہیں رہتے بلکہ فلسفیانہ افکار کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ میر نے اپنی غزلوں میں وجود خدا اور خدا و کائنات کے مابین رشتے پر اس قدر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے کہ ان کے یہ افکار، انھیں ایک فلسفی شاعر کے طور پر سامنے لانے کے لیے کافی اور منطقی لحاظ سے قابل قبول ہیں۔ میر کی غزلیں وجودیاتی مسائل سے متعلق مابعد الطبیعیاتی افکار سے لب ریز ہیں۔

یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ خدا کے وجود کے اثبات پر غور کرتے ہوئے اہل فکر تشکیک کا شکار ہوتے ہیں۔ متشککین کے مطابق انسان اشیا کی حقیقت کو سمجھنے سے معذور ہے۔ جارجیاس کو تشکیک کا بانی مانا جاتا ہے اور جدید فلسفے میں ڈیکارٹ، ہیوم، غزالی اور کانٹ نے اسے عروج پر پہنچایا۔ یہ مفکرین عقل، حواس اور دیگر ذرائع علم پر شک کر کے اس نتیجے پر پہنچے کہ مطلق حقیقت تک رسائی ناممکن ہے۔ اس لیے انسان کا حقیقت کو پانے کا دعویٰ درست نہیں ہو سکتا۔ میر کی مابعد الطبیعیاتی وجودیاتی فکر کا آغاز بھی تشکیک سے ہوتا ہے۔ اس تشکیک کے باعث میر محبوب سمیت کسی بھی پسندیدہ شئے کو خدا کے سپرد کرنے میں تامل سے کام لیتے ہیں۔ میر خدا کے اثبات کے قائل ہیں مگر ساتھ ہی اس کی بے نیازی کے بھی قائل ہیں اور یہی بے نیازی ان کی تشکیک و خوف کا باعث بنتی ہے۔ اس حوالے سے میر کہتے ہیں:

خدا کو کام تو سونپے ہیں میں نے سب لیکن
رہے ہے خوف مجھے واں کی بے نیازی کا(۴)
عشق ان کو ہے جو یار کو اپنے دمِ رفتن
کرتے نہیں غیرت سے خدا کے بھی حوالے(۵)

میر کے ہاں کعبہ و دیر کے مابین کشمکش بھی ان کی تشکیکی فکر کی ایک صورت ہے۔ وہ کسی ایک مقام کے ہو کر مطمئن نہیں ہوتے بلکہ کعبے میں انھیں دیر اور دیر میں کعبے کا خیال ستاتا ہے۔ اس فکری تذبذب کا اثر ان کی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

شخصیت پر اس شکل میں مرتب ہوتا ہے کہ وہ ذہنی اور جسمانی دونوں حوالوں سے منتشر رہتے ہیں۔ اس شتوی انتشار کا اظہار میر اس طرح کرتے ہیں:

ناز بتاں اٹھا چکا دیر کو میر ترک کر
کعبے میں جا کے رہ میاں تیرے مگر خدا نہیں (۶)

نہ بت کدہ ہے منزلِ مقصود، نہ کعبہ
جو کوئی تلاشی ہو ترا آہ! کدھر جائے (۷)

بتانِ دیر سے ایسی نہیں لاگ
خدا ہی ہو تو کعبے میر جاوے (۸)

میر کے اس ذہنی و جسمانی انتشار کی بڑی وجہ تلاش وجود میں ان کا انتہا پسندانہ رویہ ہے۔ کعبہ و دیر کے شتوی جوڑے سے یہ نکتہ بھی ہاتھ آتا ہے کہ میر کی تشکیک کی ایک وجہ ہند اسلامی تہذیب کا اثر ہے۔ دو تہذیبوں کے اختلاط سے ایسے افکار کا فروغ پانا تعجب خیز امر نہیں۔ یہ اثرات تو عام لوگوں میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر عبدالواجد تبسم کا یہ بیان قابل غور ہے:

> ”میر کو مذہبی رواداری ورثے میں ملی تھی اور بعد ازاں ہندو اور مسلم ان کی سرپرستی کرتے رہے۔ اس سے ان میں وحدتِ ادیان اور مذہبی بے تعصبی کا رجحان پیدا ہوا، چنانچہ وہ ظاہری مذہبی رسوم کی نہ صرف مذمت کرتے ہیں بلکہ اس سے بے زاری کا بھی اظہار کرتے ہیں۔“ (۹)

مذہبی رسوم سے میر کی اس بے زاری کا سبب مخلوط تہذیب کا اثر ہے جو آگے چل کر تشکیک کے قالب میں ڈھل گیا۔ اس اثر کے تحت، میر کعبہ و دیر سے متعلق ایک سانس میں ایک ساتھ اظہار خیال کرنے لگے:

چھوڑا جنوں کے دور میں رسم و رہِ اسلام کو
تہہ کر صنم خانے چلا ہوں جامۂ احرام کو (۱۰)

جب میر کی وجودیاتی فکر تشکیک و تکثیر سے ایک قدم آگے چل کر لاادریت کے کوچے میں داخل ہوتی ہے تو اس مقام پر کعبہ و دیر کی دوئی صرف کعبہ کی وحدت میں ڈھل جاتی ہے۔ بحیثیت لاادری مفکر میر وجود خدا کی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

تلاش میں وحدت کو تو پا لیتے ہیں مگر اس کے مقام و شخصیت کے دیدار سے پھر بھی محرومیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اس اظہار کا انداز دیکھیں:

گرچہ تو ہی ہے سب جگہ لیکن
ہم کو تیری نہیں ہے جا معلوم (۱۱)
اس پر کہ تھا وہ شہِ رگ سے اقرب
ہر گز نہ پہنچا یہ دستِ کوتاہ (۱۲)

میر متعجب ہو کر سوال اٹھاتے ہیں کہ ہم اور مذہبی پیشوا ایک جیسے انسان ہیں۔ اگر ہمیں خدا کا مقام نہیں معلوم تو انھیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ یوں میر اپنے ساتھ اپنے ہم نفسوں کو بھی لاادری ثابت کرتے ہیں۔ یہ سوال میر کی لاادری اور وجودیاتی فکر میں بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ مقام خدا کی جستجو میں بھی میر تکثیری روش ترک کر کے وحدت پرستی کی منزل میں داخل ہوتے ہیں۔ اس لیے جامۂ احرام تہہ کر کے درِ حرم پر بیٹھ کر وجدانی قوت کو بروئے کار لانے کا عزم کرتے ہیں:

بت، برہمن، کوئی نامحرم نہیں اللہ کا
ہے حرم میں شیخ لیکن میر وہ محرم نہیں (۱۳)
جامہ احرام آخر تہہ کر دل کے اور توجہ کی
در پہ حرم کے اس لیے تھے ہم، کوئی ملے گا محرم بھی (۱۴)

میر کا مجازی عشق بھی لاادری فکر سے متصف ہے۔ وہ محبوب کی جستجو کرتے ہوئے فیصلہ نہیں کر پاتے کہ اس کا حقیقی مقام کہاں اور کون سا ہے۔ اس لیے دل شکستہ کے مداوے کے لیے در در کی ٹھوکریں کھاتے نظر آتے ہیں۔ میر کے ہاں عشق مجازی، عشقِ حقیقی کی سیڑھی ہے جسے ڈاکٹر جمیل جالبی نے دو دائروں کی مثال سے واضح کیا ہے۔ (۱۵) میر کہتے ہیں:

در بہ در و رسوا و عاشق، شاعر، شاغل، کامل میر
گہہ کعبے میں، دیر میں گاہے، کیا کافر ہر بابی ہے (۱۶)
کہتے ہیں میر کعبے گیا ترکِ عشق کر
راہِ دلِ شکستہ کدھر، وہ کدھر گیا (۱۷)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

میر کی تشکیکی و لاادری فکر بعض مواقع پر انھیں کثرت پرستی کی دعوت دیتی نظر آتی ہے۔جب وہ جستجوئے ذات اور تلاش مقام ذات میں ناکام رہتے ہیں تو نتیجتاً اس ناکامی کا نکاس مذہب اور عقائدِ مذہب سے بے زاری کی صورت میں کرتے ہیں۔اس کا یہ ہر گز مطلب نہیں کہ میر مذہب سے انکار کرتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ احتجاجی پیرایہ اختیار کر کے شدت دیدار کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔میر کا بے باکانہ انداز ملاحظہ ہو:

زنّار پہنا سبحہ کے رشتے کے تار توڑ
ترکِ نماز و روزہ و اسلام کر چکے (۱۸)

میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو ان نے تو
قشقہ کھینچا، دیر میں بیٹھا، کب کا ترک اسلام کیا(۱۹)

میر مقام وحدت پر موجود ہو کر بھی اشتیاقِ کثرت میں محو ہوتے ہیں۔میر جو کچھ کہتے ہیں اس کی رُو سے ان کے ہاں ظاہری وحدت کے پردے میں کثرت کی تڑپ نظر آتی ہے۔مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔اصل میں وحدت کو پانے کی خاطر وہ کثرت کی ایک ایک پرت کو مرحلہ وار ہٹاتے جاتے ہیں۔چونکہ کثرت انھیں مطلوب نہیں مگر وہ سطحی ہے اس لیے ظاہر ہے اور اس کا تذکرہ بہ افراط ہے،وحدت انھیں مطلوب ہے مگر وہ عمیق ہے اس لیے پوشیدہ ہے اور اس کا تذکرہ بہ تفریط ہے۔یہی وجہ ہے کہ نظر فریب کھا کر وحدت کو کثرت سمجھ بیٹھتی ہے:

کعبے میں جاں بلب تھے ہم دوریٔ بتاں سے
آ کے ہیں پھر کے یارو! اب کے خدا کے ہاں سے (۲۰)

دیر سے سوئے حرم آیا نہ ٹک
ہم مزاج اپنا ادھر لائے بہت (۲۱)

جب میر پر اس راز کا انکشاف ہوتا ہے کہ خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت کو عقل و حواس کے ذریعے تلاش نہیں کیا جا سکتا تو وہ وجدان کا سہارا لیتے ہیں اور اسی باطنی قوت سے ذاتِ احد کو پانے کی سعی کرتے ہیں۔وجدانی قوت میر کو یہ شعور عطا کرتی ہے کہ خدا کو پانے کی خاطر اپنی ذات کی نفی کرنا تلاش کے اس سفر کا پہلا اصول ہے۔میر کی نظر میں جو بے خودی کی کیفیت سے آگاہ نہیں،وہ خود آگاہی کے مقام کو نہیں چھو سکتا:

ہم آپ سے گئے سو الٰہی کہاں گئے
مدّت ہوئی کہ اپنا ہمیں انتظار ہے (۲۲)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہم آپ سے جو گئے ہیں، گئے ہیں مدت سے
الٰہی! اپنا ہمیں کب تک انتظار رہے (۲۳)

بے خودی کے اس مقام پر دوئی کا احساس دم توڑ دیتا ہے۔ اس کی بجائے خود آگاہی کا احساس جنم لینے لگتا ہے جس کے باعث صاحبِ جستجو خدا کو اپنے دل کے اندر پالیتا ہے۔ یوں اسے اپنے وجود میں خدا کا وجود نظر آنے لگتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ اپنی موجودگی کو خدا کی موجودگی کی ضمانت قرار دیتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں تشکیک و لاادریت کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور حقیقتِ واحد آئینے کی طرح صاف نظر آنے لگتی ہے۔ میر کا بیان ملاحظہ ہو:

خلط ہمارا اس کا، حیرت ہی کی جگہ ہے
ڈھونڈا جہاں ہم اس کو، واں آپ ہی کو پایا (۲۴)

ارسطو نے خدا کے وجود کے اثبات کے لیے علت و معلول کے نظریے کا سہارا لیا اور کہا کہ خدا تمام علتوں کا علت اولیٰ ہے مگر میر خدا کو علت اولیٰ ماننے کے حق میں نہیں کیوں کہ اس طرح خدا محض ایک کاری گر کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔ اس لیے میر کی وجودیاتی فکر کی رُو سے خدا علتِ کائنات نہیں بلکہ خالقِ کائنات ہے۔ اس خیال کا اظہار میر یوں کرتے ہیں:

چاہتا ہے جب مسبب آپ ہی ہوتا ہے سبب
دخل اس عالم میں کیا ہے عالمِ اسباب کو (۲۵)

اگر خدا کو علت قرار دیا جائے تو پھر اس کے وجود کا کوئی سوال باقی نہیں رہ جاتا اور اگر علت کا کوئی وجود ممکن بھی ہو جائے تو وہ انتہائی عامیانہ وجود ہو گا جو خدا کے لیے زیبا نہیں ہو گا۔ اس لیے میر خدا کو خالق قرار دیتے ہیں۔ خالق کے لیے وجود کا ہونا لازمی ہے اور میر خدا کے وجود کے قائل ہیں کیوں کہ وجود کے بغیر اس کا تصور خام ہو گا۔ جس طرح فلسفیوں نے خدا کے اثبات کے لیے وجودیاتی دلیل پیش کی ہے اسی طرح میر بھی اس کے اثبات کے لیے اس کے وجود کو ضروری اور لازمی تصور کرتے ہیں۔ میر بھی وجودیاتی دلیل کو تسلیم کرتے ہیں۔ میر کا تصورِ وجودِ خدا عقلی اور حسیاتی سے زیادہ وجدانی اور روحانی ہے۔ میر خدا کے وجود کی دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں:

مسجد میں چل کے ملیے جمعہ کے دن بنے تو
ہوتے ہیں میر صاحب واں دن ڈھلے ہمیشہ (۲۶)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

آنکھیں جو ہوں تو عین ہے مقصود ہر جگہ
بالذات ہے جہاں میں وہ موجود ہر جگہ (۲۷)

وجود کے بعد فلسفیوں کے ہاں یہ بحث بھی گرم رہی کہ خدا کا شخصی تصور ممکن ہے یا نہیں اور اگر ممکن ہے تو اس شخصی تصور کا معیار کیا ہونا چاہیے۔ یونانیوں کے ہاں خدا کی شخصیت کا عامیانہ اور انسانی تصور رائج تھا۔ اہلِ مغرب کے ہاں یہ تصور شخصی کی بجائے ماورائی ہے جس کا اثبات وہ عقل و حواس کے ذریعے کرنا چاہتے ہیں۔ میر کے ہاں خدا کی شخصیت اسلامی فکر کے تحت ماورائی مگر شخصی ہے جسے عقل و حواس کے ذریعے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اس کی شخصیت کے اثبات کا اگر کوئی وسیلہ ہے تو وہ وجدان ہے۔ میر کے ہاں خدا کا شخصی تصور اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس تصور کے بغیر جزا و سزا اور احتساب کا تصور بے معنی ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات میر کے ہاں شخصیت کا تصور تجسیم کی صورت اختیار کر جاتا ہے جو انسانی صفات سے متصف نظر آتا ہے۔ اس خیال کی توثیق کے لیے میر کے اشعار پیش نظر ہیں:

مسجد میں چل کے ملیے جمعہ کے دن بنے تو
ہوتے ہیں میر صاحب واں دن ڈھلے ہمیشہ (۲۸)

اس بت کی کیا شکایت، راہ و روش کی کریے
پردے میں بد سلوکی ہم سے خدا کرے ہے (۲۹)

حرکت و تغیر شخصیت کے خصائص ہیں۔ میر کی وجودیاتی فکر کے تحت چونکہ خدا ایک شخصی ذات ہے، اس لیے متحرک اور متغیر ذات ہے۔ ارسطو کا خیال تھا کہ خدا علت اولیٰ ہے۔ علت بذات خود غیر متحرک اور غیر متغیر جب کہ اپنے معلولات کی حرکت و تغیر کا باعث ہوتی ہے۔ ارسطو کی حرکت و تغیر کی نفی دار صل شخصیت کی نفی ہے جس کے میر قائل نہیں۔ میر کی نظر میں خالق کے لیے حرکت و تغیر ضروری اوصاف ہیں۔ میر اس کی دلیل یوں دیتے ہیں:

نیا آناً فناً اس کو دیکھا
جدا تھی شان اس کی ہر زماں میں (۳۰)

خدا اور کائنات کے حدوث و قدم یا خالق و مخلوق کے تصور سے متعلق اہل یونان، اہل مغرب اور بعض مسلم فلاسفہ اس خیال کے حامی ہیں کہ خدا کائنات سے الگ کوئی وجود نہیں بلکہ اس کے اندر ایک روح کی حیثیت سے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

حلول کیے ہوئے ہے۔ اہل مغرب خدا کو مادے سے الگ وجود خیال نہیں کرتے بلکہ ان کی نظر میں خدا مادے میں حرکت کا سبب بنتا ہے۔ الغزالی اور اقبال خدا کے الگ وجود کے قائل ہیں۔ وہ خدا کو ازلی ذات تصور کرتے ہیں اور کائنات کو ایک الگ وجود کی حیثیت سے خدا کی تخلیق تسلیم کرتے ہیں۔ غزالی اور اقبال کی طرح میر بھی خدا کے الگ وجود، اس کی خالقیت اور ازلی ذات پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ میر کے نزدیک خدا قدیم وازلی جب کہ کائنات حادث و مخلوق ہے۔ وہ خدا کو کائنات کی تکوین کا سبب مانتے ہیں:

نہ عنقا کا کہیں نام ونشاں تھا
ہوا تھا شہرہ جب نام خدا میں (۳۱)

اسلامی مابعد الطبیعیاتی، وجودیاتی فکر کے تحت میر خدا کو نور کا منبع و سرچشمہ مانتے ہیں۔ ان کی نظر میں کائنات میں ہر طرف خدا کی ذات کے جلوے نور کی صورت میں بکھرے پڑے ہیں۔ میر کے مطابق سورج، چاند، ستاروں اور دیگر ذرائع نور کا نور خدا کے نور سے مستعار ہے۔ اس حوالے سے اقبال اپنے تیسرے خطبے میں لکھتے ہیں:

''اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ ط مَثَلُ نُورِہٖ كَمِشكوٰةٍ فِيهَا مِصبَاحُ اَلمِصبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ كَاَنَّهَا كَوكَب دُرِّی

ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے (کائنات میں) اس کے نور کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا۔''(۳۲)

اقبال کا کہنا ہے کہ بے شک اس آیت کے ابتدائی حصے سے خدا کے انفرادی تصور سے فرار کا خیال ضرور ابھرتا ہے مگر جب ہم روشنی کے استعارے کو آیت کے باقی حصے کے ساتھ ملا کر دیکھتے ہیں تو ہمارا خیال غلط ثابت ہوتا ہے۔ استعارہ جس قدر آگے بڑھتا ہے تو اس تصور کی تردید ہوتی جاتی ہے کہ اسے کوئی بے صورت عنصر سمجھا جائے۔ بلکہ روشنی تو ایک ایسے شعلے میں مرکوز ہو جاتی ہے، جس کی اضافی انفرادیت شعلے کا شیشے میں ہونا ہے اور وہ شیشہ (یا فانوس) بہت ہی واضح ستارے کی مانند ہے۔ جدید طبیعیات یہ کہتی ہے کہ روشنی کی رفتار میں اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تمام مشاہدہ کرنے والوں کے لیے ایک ہی ہے۔ خواہ ان کی حرکت کی صورت کچھ بھی ہو۔ چنانچہ تغیر کی دنیا میں روشنی ہی مطلق سے قریب تر مماثلت رکھتی ہے۔ نور کے استعارے کا اطلاق جب خدا پر کیا جاتا ہے تو جدید علم

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

کی روشنی میں اسے خدا کی ہر جگہ موجودگی کی طرف نہیں بلکہ مطلق (Absolute) کی طرف اشارہ سمجھنا چاہیے۔(۳۳)

میر خدا کو نور اور اس کے بالمقابل تمام کائنات کو تاریک تصور کرتے ہیں۔ اس لیے انھیں چاروں طرف نور ہی نور نظر آتا ہے جو خدا کے وجود کی واضح آیت بن جاتی ہے:

آنکھوں میں میری عالم سارا سیاہ ہے اب
مجھ کو بغیر اس کے آتا نہیں نظر کچھ (۳۴)

تھا مستعار حسن سے اس کے جو نور تھا
خورشید میں بھی اس ہی کا ذرہ ظہور تھا(۳۵)

ہوا طالع جہاں خورشید، دن ہے
تردد کیا ہے ہستی میں خدا کی (۳۶)

میر اپنی وجودیاتی فکر کا اظہار تصوف کے زیر اثر وحدۃ الوجودی اور وحدۃ الشہودی نظریات کی صورت میں بھی کرتے ہیں۔ تصوف میر کے ہاں روحانی مابعد الطبیعیات کا درجہ رکھتا ہے جو میر کی وجودیاتی فکر میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت کا حامل ہے۔

وحدۃ الوجودی فکر کے تحت "میر ہمہ اوست" کے نظریے کے قائل ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ خدا کائنات میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ اس لیے جہاں بھی نظر اٹھتی ہے وہاں اسے موجود پاتے ہیں۔ اس حوالے سے میر کا کہنا ہے:

آنکھیں جو ہوں تو عین ہے مقصود ہر جگہ
بالذات ہے جہاں میں وہ موجود ہر جگہ (۳۷)

اگر چشم ہے تو وہی عین حق ہے
تعجب تجھے ہے، عجب ماسوا سے (۳۸)

ساتھ ہی میر وحدۃ الشہودی فکر کے زیر اثر "ہمہ از اوست" کے بھی مؤید ہیں۔ وہ اشیائے کائنات کو خدا کی ذات کے جلووں سے تعبیر کرتے ہیں۔ وحدۃ الشہود کی بنیاد مشاہدات پر ہے اس لیے میر مشاہدے کے وسیلے سے ذات مطلق کو پانے کی سعی کرتے ہیں۔ ان کی نظر میں کائنات ذات مطلق کا سراپا ہے۔ مشاہدے کی قوت سے اس سراپے کے باطن میں اسے پایا جا سکتا ہے:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

سراپا میں اس کے نظر کر کے تم
جہاں دیکھو اللہ اللہ ہے (۳۹)
گل و رنگ و بہار پردے ہیں
قالب میں خاک کے یاں پنہاں خدا ہے شاید (۴۰)

عقیدۂ توحید مذہب اسلام کی روح ہے جس کی رُو سے خدا بے نیاز، مختار کل اور قادر مطلق ہے۔ میر کی وجودیاتی فکر پر اسلامی عقیدے و تہذیب کا اثر نمایاں ہے۔ میر خدا کو قادر مطلق، مسبب الاسباب اور تمام نعمتوں کا مالک و مختار سمجھتے ہیں۔ میر کے مطابق خدا کے مقابلے میں انسان کمزور، محتاج اور بے بس ہے۔ اگر کسی کے اندر کوئی صلاحیت موجود بھی ہے تو وہ اس کی ذاتی خوبی نہیں بلکہ خدا کی دین ہے۔ میر کا خیال ہے:

یوں تو ہم عاجز ترین خلقِ عالم ہیں ولے
دیکھو قدرت خدا کی، گر ہمیں قدرت ہوئی (۴۱)
موئے جاتے تھے فرطِ الفت سے ہم
جیے ہیں خدا ہی کی قدرت سے ہم (۴۲)

میر خدا کو خالق و صورت گر تسلیم کرتے ہیں۔ میر جب کائنات، اشیائے کائنات اور بالخصوص انسان کی تخلیق میں غور کرتے ہیں تو انھیں ان تمام مخلوقات میں خدا کی خالقیت و ربوبیت کی شان نظر آتی ہے۔ وہ شانِ کن فیکون کا راز پا لیتے ہیں اور گواہی دینے لگتے ہیں کہ ان تخلیقات کے عقب میں مشیت خداوندی کار فرما ہے۔ اس کے ارادے کے بغیر کائنات و انسان کی کوئی حقیقت نہیں۔ میر اس حقیقت کی پردہ کشائی اس انداز سے کرتے ہیں:

کیا صورتیں بگڑی ہیں مشتاقوں کی ہجراں میں
اس چہرے کو اے خالق! ایسا نہ بنانا تھا (۴۳)
در پردہ وہ ہی معنی مقوم نہ ہوں اگر
صورت نہ پکڑے کام فلک کے ثبات کا (۴۴)

میر کی وجودیاتی فکر صفات ربانی کی تائید سے بھی متصف ہے۔ ان کے نزدیک خدا کی صفات اتنی وسیع ولامتناہی ہیں کہ ان کا اندازہ لگانا ایک کمزور اور بے بس انسان کے بس کی بات نہیں۔ اگر تمام درخت قلم بن جائیں اور پانی کے تمام ذخائر سیاہی بن جائیں تب بھی خدا کی صفات لکھنے کے لیے ناکافی ہوں گے۔ وہ رحیم ہے، رحمان ہے،

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

جلیل ہے، جمیل ہے اور شہنشاہِ فضل و کرم ہے۔ وہ اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے۔ میر ان خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اشجار خامہ ہوویں جو آبِ سیہ بحار
لکھنا نہ تو بھی ہو سکے اس کی صفات کا(۴۵)

خدا کریم ہے اس کے کرم سے رکھ کر چشم
دراز کھینچو کسو مے کدے میں خواب کرو(۴۶)

میر کی فکر جب خدا کو ایک عظیم ہستی کے طور پر قبول کرتی ہے تو پھر انھیں انسان کی نجات کی صرف ایک صورت نظر آتی ہے کہ ایقان و خود سپردگی کا مظاہرہ کر کے خدا کی اطاعت اختیار کرے۔ میر کی نظر میں اطاعت کی اعلیٰ ترین صورت خدا کے سامنے سجدہ ریز ہونا ہے اس لیے وہ کثرت سجدہ کی تاکید اور بے سجدہ وقت کے ضیاع پر تنبیہ کرتے ہیں:

ہم سر کشی سے مدتوں مسجد سے بچ بچ کر چلے
اب سجدے ہی میں گزرے ہے قد جو ہوا محراب سا(۴۷)

واقف ہو شانِ بندگی سے قیدِ قبلہ کیا
سر ہر کہیں جھکا کہ ہے مسجود ہر جگہ (۴۸)

اخلاصِ دل سے چاہیے سجدہ نماز میں
بے فائدہ ہے ورنہ جو یوں وقت کھوئیے(۴۹)

اطاعت خداوندی سمیت میر اطاعت رسولؐ کو بھی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک اطاعت رسولؐ سے اللہ کی قربت ہاتھ آتی ہے اور قربِ الٰہی وہ مرتبہ ہے جو ہر کسی کے نہیں صرف نصیب والوں کے ہاتھ آتا ہے۔ قربِ الٰہی دراصل خدا اور انسان کے درمیان حائل پردوں کے اٹھ جانے کا نام ہے۔ جب یہ پردے اٹھ جاتے ہیں تو خدا اور بندے کے مابین ایک لازوال اور عشق سے بھرپور نسبت قائم ہو جاتی ہے۔ میر کے خیال کے مطابق:

حق کی طلب ہے کچھ تو محمدؐ پرست ہو
ایسا وسیلہ ہے بھی خدا کے حصول کا(۵۰)

جو ہے سو میر اس کو، میر اخدا کہے ہے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

کیا خاص نسبت اس سے ہر فرد کو جدا ہے (۵۱)
کہے ہے ہر کوئی اللہ میرا
عجب نسبت ہے بندے میں خدا میں (۵۲)

میر کی وجودیاتی فکر کا آغاز تلاشِ وجود سے ہوتا ہے۔ یہ فکر تشکیک، لاادریت اور کثرت بینی سے ہوتی ہوئی احدیت تک پہنچ جاتی ہے اور اس کے بعد وحدانیت میں منقلب ہو جاتی ہے۔ عقل و حواس کی گزر گاہوں سے ہوتے ہوئے میر وجدان کی وادی میں داخل ہوتے ہیں۔ میر وجود و شہود کے وسیلے سے عرفان کی سرحدوں کو چھو لیتے ہیں۔ میر پر خدا کی ذات کا عرفان ایک قادر مطلق، مختار کل، خالق و صورت گر اور لاشریک ذات و صفات سے متصف ہستی کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس لیے وہ اس کی اطاعت و بندگی اختیار کرنے اور اس کے قرب کے حصول کی تاکید کرتے ہیں۔ میر کی وجودیاتی فکر میں اسلامی تہذیب و عقائد کے کثیر حوالے ملتے ہیں جس کی بدولت ان کی فکر کو اسلامی الٰہیاتی فکر سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر میر کی وجودیاتی فکر کو اردو شاعری میں اسلامی الٰہیاتی فکر کا مطلع اول قرار دیا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ آس والڈ کلپے، فلسفہ کیا ہے؟ مترجم: مرزا محمد ہادی صاحب، لاہور، سیونتھ سکائی بکس، ۲۰۲۳ء، ص ۲۰
۲۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد ۲۱، کراچی، اردو لغت بورڈ، ۲۰۰۷ء، ص ۱۵۰
۳۔ پروفیسر سی۔ اے۔ قادر، کشاف اصطلاحات فلسفہ، لاہور، بزم اقبال، ۱۹۹۴ء، ص ۳۲۲
۴۔ محمد تقی میر، کلیاتِ غزلیاتِ میر، مرتبہ: ڈاکٹر علی محمد خان، لاہور، الفیصل، ۲۰۱۳ء، ص ۱۳۲
۵۔ ایضاً، ص ۶۴۶
۶۔ ایضاً، ص ۴۶۹
۷۔ ایضاً، ص ۶۷۶
۸۔ ایضاً، ص ۸۰۴
۹۔ ڈاکٹر عبدالواجد تبسم، اردو غزل میں ہندی عناصر، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۷ء، ص ۱۱۴
۱۰۔ محمد تقی میر، کلیاتِ غزلیاتِ میر، محولہ بالا، ص ۵۹۸

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-10

۱۱۔ ایضاً، ص۴۲۹
۱۲۔ ایضاً، ص۶۰۴
۱۳۔ ایضاً، ص۴۸۱
۱۴۔ ایضاً، ص۷۸۳
۱۵۔ڈاکٹر جمیل جالبی، تاریخِ ادبِ اردو (جلد دوم)، لاہور، مجلسِ ترقیٔ ادب، اشاعتِ ہفتم، ۲۰۱۳ء، ص۴۵۷
۱۶۔ محمد تقی میر، کلیاتِ غزلیاتِ میر، محولہ بالا، ص۷۹۷
۱۷۔ ایضاً، ص۲۱۰
۱۸۔ ایضاً، ص۸۴۴
۱۹۔ ایضاً، ص۷۶
۲۰۔ ایضاً، ص۷۱۹
۲۱۔ ایضاً، ص۲۷۵
۲۲۔ ایضاً، ص۷۴۷
۲۳۔ ایضاً، ص۸۳۰
۲۴۔ ایضاً، ص۱۸۳
۲۵۔ ایضاً، ص۵۹۸
۲۶۔ ایضاً، ص۶۰۹
۲۷۔ ایضاً، ص۶۱۴
۲۸۔ ایضاً، ص۶۰۹
۲۹۔ ایضاً، ص۷۵۵
۳۰۔ ایضاً، ص۴۸۳
۳۱۔ ایضاً، ص۵۳۳
۳۲۔ علامہ محمد اقبال، اسلامی فکر کی نئی تشکیل، مترجم: شہزاد احمد، لاہور، مکتبہ خلیل، ۲۰۱۴ء، ص۸۹
۳۳۔ ایضاً

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 1, (Jan to March 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-I)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

۳۴۔ محمد تقی میر، کلیاتِ غزلیاتِ میر، محولہ بالا، ص ۶۱۲

۳۵۔ ایضاً، ص ۷۳

۳۶۔ ایضاً، ص ۸۳۶

۳۷۔ ایضاً، ص ۶۱۴

۳۸۔ ایضاً، ص ۶۴۵

۳۹۔ ایضاً، ص ۶۴۷

۴۰۔ ایضاً، ص ۳۱۲

۴۱۔ ایضاً، ص ۷۱۱

۴۲۔ ایضاً، ص ۴۳۳

۴۳۔ ایضاً، ص ۱۹۲

۴۴۔ محمد تقی میر، کلیاتِ غزلیاتِ میر، محولہ بالا، ص ۱۳۵

۴۵۔ ایضاً، ص ۱۳۵

۴۶۔ ایضاً، ص ۵۸۷

۴۷۔ ایضاً، ص ۸۱

۴۸۔ ایضاً، ص ۶۱۴

۴۹۔ ایضاً، ص ۶۷۱

۵۰۔ ایضاً، ص ۱۳۵

۵۱۔ ایضاً، ص ۸۱۹

۵۲۔ ایضاً، ص ۴۸۴